© rasailojaraid.com

رئیس احمد جعفری

تنقید و تبصرہ

مقامِ حسینؑ پیام شاہجہان پوری صاحب کی یہ تصنیف اشاعت منزل (دین محمدی پریس۔ بل روڈ۔ لاہور) نے شائع کی ہے۔ جس موضوع پر کتاب لکھی گئی ہے، وہ تاریخ اسلام کا بڑا نازک اور پیچیدہ مسئلہ ہے، اور کوئی شبہ نہیں کہ پیام صاحب نے اس نازک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی دیانت دارانہ کوشش کی ہے، اُنہوں نے کتاب کا مواد جمع کرنے، اسے سلیقہ سے مرتب کرنے، اور پھر نتائج نکالنے میں بڑی محنت اور احتیاط سے کام لیا ہے۔

کسی کتاب کے حُسن و قبح پر غور کرتے وقت تین پہلو پیش نظر رکھنے پڑتے ہیں۔

۱۔ زبان کیسی ہے؟ اندازِ بیان کیسا ہے؟

۲۔ مصنّف نے اپنے افکار سے نتائج مرتب کئے ہیں، یا نتائج کو سامنے رکھ کر رائے قائم کی ہے۔

۳۔ مصنّف نے جن ماخذ کو مدارِ اعتماد قرار دیا ہے وہ کیسے ہیں؟

ان میں سے پہلی شق یعنی زبان و بیان کا جہاں تک تعلق ہے ماننا پڑے گا، زبان بڑی سلیس اور سادہ ہے، معمولی خواندہ لوگ بھی اسے پڑھ سکتے اور اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ دوسری چیز کا جہاں تک تعلق ہے اسے ماننے بغیر چارہ نہیں کہ یہ ایسا موضوع ہے جس پر کچھ پڑھے بغیر ہر شخص اپنی ایک رائے رکھتا ہے، اس رائے کو صحیح بھی سمجھتا ہے، اور اس پر مصر بھی ہے۔ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو پڑھ کر اور واقعات و حقائق کو سامنے رکھ کر رائے قائم کرتے ہوں، اور پھر بھی ان کی رائے پر سابقہ رائے اثر انداز نہ ہوتی ہو، پیام صاحب کن لوگوں میں ہیں اس کا فیصلہ وہ خود ہی کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیئے کہ اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں حق بھی ہے واقعیت بھی اور صداقت بھی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بیباکی بھی۔ کسی کے کہنے سے اپنی رائے نہیں بدلی۔ جو رائے قائم کر لی، اس کے اظہار میں تامل نہیں کیا۔ ایک نئے مصنّف کے لئے یہ چیز آیندہ چل کر اس کی شخصیت کی تعمیر میں بہت زیادہ ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ اب رہی تیسری چیز۔ یعنی ماخذ کا معاملہ، تو یہ بات ضرور کھٹکتی ہے، کہ پیام صاحب کی رسائی براہِ راست اصل ماخذوں تک نہیں ہے۔ اُنہوں نے صرف تراجم پیش نظر رکھے ہیں۔ اور ترجمے کتنے ہی وقیع و صحیح ہوں، ان سے صرف کسی حد تک ہی کام

© rasailojaraid.com

لیا جا سکتا ہے، کتابوں کی تصنیف میں پوری مدد نہیں مل سکتی۔ کیونکہ کوئی ترجمہ ایسا نہیں ہے، جو صحیح ہونے کے باوصف مترجم کے افکار و آرا کی جھلک سے محروم ہو، مصنّف اگر براہِ راست یعنی مترجم کی مدد کے بغیر ان ماخذوں تک دسترس رکھتا ہو۔ تو وہ یہ خامیاں پکڑ سکتا ہے۔ اور کام کی زیادہ باتیں تلاش کر لے سکتا ہے، پیام صاحب اپنے نقطۂ نظر میں اور زیادہ استناد، صحت اور شدّت پیدا کر سکتے تھے، اگر وہ براہِ راست عربی ماخذوں سے فائدہ حاصل کر سکتے۔ یہی حال ڈوزی وغیرہ کے تراجم کا ہے، جن سے کہیں کہیں پیام صاحب نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اصل ماخذوں تک براہِ راست دسترس نہ ہونے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ چند چلی ہوئی کتابوں ——— ابنِ خلدون، طبری۔ ابن اثیر اور مقری وغیرہ کے تراجم سے تو فائدہ اُٹھالیا، لیکن یہ نہ سوچا اجتہاد کی طرح تاریخ کا دروازہ تو بند نہیں ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری زبانوں سے قطع نظر خود عربی زبان میں بڑی ریسرچ اور کاوش کے بعد بہت سی بلند پایہ کتابیں گذشتہ چند سالوں میں لکھی جا چکی ہیں، جو مصر سے شائع ہوئی ہیں، یہ کتابیں بھی اگر مصنّف کے پیشِ نظر ہوتیں، تو کمیّت اور کیفیّت ہر اعتبار سے کتاب کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہوتا، گو اب بھی جو کچھ ہے وہ کم قابلِ قدر نہیں۔ ایک اور مصیبت یہ ہے کہ مصنّف نے ابنِ خلدون پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کیا ہے۔ فلسفۂ تاریخ کے موجد کی حیثیت سے ابنِ خلدون کا جو مقام ہے، وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ لیکن ایک مؤرخ کی حیثیت سے وہ اس قابل نہیں ہے کہ آنکھ بند کر کے اس کا حوالہ دیا جا سکے۔ ایک اور بڑی اہم چیز جو پیام صاحب نے بھی نظر انداز کر دی ہے اور اس عہد کا مؤرخ اسلام عام طور پر نظر انداز کر دیتا ہے یہ ہے کہ یہ تو معلوم کر لیا کہ طبری اور ابنِ اثیر وغیرہ مستند تاریخی کتابیں ہیں ان کا شمار کتب حوالہ میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ معلوم کرنے سے پہلے جو چیز معلوم کرنی چاہیئے تھی اس پر توجہ نہیں کی۔ یعنی یہ کہ ان "مستند" کتابوں میں جو کچھ ہے وہ سب صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا اخذ و التقاط اور سند و حوالہ میں بڑی دقّتِ نظر اور بصیرت کی ضرورت ہے اسی کوتاہی کا نتیجہ ہے کہ بعض اہم چیزیں نظر انداز ہو گئی ہیں اور بعض ناقابلِ التفات چیزیں آگئی ہیں۔

اس کتاب میں ہمیں جو بات بہت زیادہ کھٹکی وہ اس کا "تعارف" ہے۔ مصنّف میں اتنی خود اعتمادی ہونی چاہیئے کہ بغیر رسمی تعارف کے وہ اپنے آپ کو پیش کر سکے۔ اور کتاب ایسی لکھے جو خود اس کا تعارف ہو۔ اور یقیناً یہ کتاب مصنّف کا بہترین تعارف بن سکتی ہے۔ کتاب کے شروع میں کسی نمایاں شخصیّت کا تعارف درج کرنا ذرا سبک سی چیز ہے۔

مجموعی حیثیت سے کتاب اس قابل ہے کہ ہر شخص اس کا مطالعہ کرے۔

ضخامت ۴۲۲ صفحے ~~~~~ کاغذ غنیمت ~~~~~ کتابت گوارا

قیمت دو روپے آٹھ آنے